بابت سنہ ۱۴۱۵ھ

چوتھا محاضرۂ علمیہ

بر موضوع

ردّ غیر مقلدیت

9045272713

: پیش کردہ :

جناب مولانا محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ فقہ دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مذاہبِ اربعہ کی تخصیص

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

تقلید معین کے وجوب کے ثابت ہو جانے کے بعد یہ بات بھی پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ یہ تقلید "ائمۂ اربعہ" پر منحصر ہے۔ یعنی انھیں حضرات ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔ امت کے تمام قابل قدر اور اہم ترین علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ بعد کے ادوار میں بہت سے مصالح کی بنیاد پر ائمہ اربعہ کی تقلید سے خروج کرنا جائز نہیں رہا۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ اجماعِ امت۔ اصولِ دین اور دلائلِ شریعت میں سے ہے۔ اس کی حجیّت نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ اس موقع پر نہایت تفصیل کے ساتھ علمائے کرام کے اقوال اور وہ وجوہات ومصالح بیان کی جاتی ہیں جو اس اجماع کی داعی اور متقاضی ہوئیں۔

حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب مدرسِ اول مدرسہ کلکتہ نے اپنی محققانہ تصنیف "نظام الاسلام"[1] میں اس مسئلہ پر بڑی قیمتی بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اس زمانہ میں بلکہ زمانۂ دراز سے سب عالموں نے جب خوب دریافت کیا کہ قرآن اور حدیث سے بالاستقلال حکم نکالنا نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ ہر حدیث کو ثابت کرنا اور

---

[1] کتاب مذکور پہلی دفعہ ۱۲۷۲ھ میں شائع ہوئی یہ وہی دور ہے جبکہ مولوی عبدالحق صاحب بنارسیؒ وغیرہ نے تقلید ائمہ کے خلاف شورو غوغا برپا کر رکھا تھا۔ یہ کتاب بہت مدلل اور مسئلۂ تقلید پر مکمل تشفی بخش ہے اس زمانے کے تمام علمائے اہلِ سنت نے اس کو پسند کیا اور اسکی تصدیق کی تنبیہ الضالین میں ہے "نظام الاسلام کے چھپ جانے کے بعد اکثر وں کو جن کو عقل تھی سوجھ آگئی اس بُرے اعتقاد سے انہوں نے توبہ کیا،، ص۷

9045272713

اس کے راویوں کا احوال دریافت کرنا اور صحیح اور حسن اور ضعیف اور غریب کی تحقیق کرنا اور مجمل اور ماؤل اور ناسخ اور منسوخ کو تمیز دینا اور ہر ایک کی غرض اور مراد کو پہنچنا بالاستقلال یعنی صرف اپنی تلاش اور جستجو سے حاصل نہ ہو سکے گا بلکہ آخر کو لاچار ہو کر پشیمان بن کر ان سب شرطوں کو حاصل کرنے کے لیے کسی محدث یا مجتہد یا فقیہ کی تقلید کرنی پڑے گی تو ابتداء سے تقلید کسی مجتہد کی اپنے اوپر واجب کرنی ہے اور اسی واسطے سب علماء نے اجماع کیا اس بات پر کہ جس مجتہد کے اجتہاد پر تمام علماء کا اتفاق ہو اور سب فاضلوں کے نزدیک اس کا اجتہاد مقبول ہو اور مذہب اس کا نقل تواتر سے منقول ہو اور مسائل اور قواعد اس کے مذہب کے بلاشبہ مفصلاً مروی ہوں تو ایسے کی تقلید درست ہے۔ پھر کوئی مجتہد ان اوصاف کے ساتھ سوائے چار امام کے پایا نہیں گیا اور کوئی مذہب ان صفات کے ساتھ سوا ان چار مذہب کے ثابت نہیں ہوا اس واسطے سب علماء اور تمامی فضلاء کا اجماع اس بات پر ہوا کہ ان چار مذہب میں سے ایک مذہب کی پیروی کرنی واجب ہے اور ان کے سوا کسی اور مجتہد کی تقلید یا دوسرے کسی طریقے کی پیروی جائز نہیں ہے اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ صرف علماء حنفی نے یہ اجماع کیا ہے، بلکہ دوسرے مذہب مختلف کے علماء نے بھی اسی بات پر اتفاق کیا ہے جیسا سابق جواب میں سوال چوبیسویں[۲۴] کے بہت سی کتابوں سے مذکور ہوا ہے پھر ثانیاً تفصیل کی حاجت نہیں ہے لیکن بطور نمونہ کے صرف ایک کتاب سے لکھا جاتا ہے۔

نہایۃ المراد شرح مقدمہ ابن عماد میں ہے۔

وفی زماننا قد انحصرت صحۃ التقلید فی ھٰذہ المذاھب الاربعۃ فی الحکم المتفق علیہ بینھم وفی الحکم المختلف فیہ ایضًا لا باعتبار ان مذاھب غیرھم من السلف باطلۃ وانما لاعتبار ان مذاھبھم وصلت الینا بالنقل المتواتر رواھا جماعۃ بعد جماعۃ فی کل ساعۃ من زمانھم الیٰ

زماننا هذا لا يمكن عدّ الرواية ولا احصائهم في اقطار الارض وبنيت لنا شروط مذاهبهم وفصلت مجملاتها وقيدت مطلقاتها بالنقل المتواتر بخلاف مذاهب غيرهم من السلف فانها نقلت الينا بطريق الآحاد فلو فرض ان حكما من احكام نقل عن بعض مذاهب السلف بطريق التواتر يحتمل ان يكون مجملا لم يفصله ناقله وان له قيدا اخل به ناقله او شرطا يتوقف على القول بصحته عند ذالك المجتهد فيكون العمل به باطلا فلهذا الامر حصرنا صحة التقليد في اتباع المذاهب الاربعة لا غير

خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں تقلید منحصر ہے انھیں چار کے ایک مذہب میں اور ان چار کے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید درست نہیں ہے اس واسطے کہ ان چار اماموں کا مذہب بنقل متواتر سے منقول ہوا ہے اور ان کے زمانہ سے لے کر اس زمانے تک اس قدر راوی ان مذہب کے گزرے ہیں کہ شمار کرنا ان کا ممکن نہیں ہے اور ان مذہبوں کی شرطیں اور تفصیل خوب بیان کی گئی ہیں بخلاف اور مذہبوں کے کہ تواتر سے مروی نہیں ہے۔ اور تفصیل ان کی نہیں ہوئی ہے تو شاید کوئی کلام مجمل ہو کر اس کی تفصیل نہیں ہوئی ہو یا کوئی قید چھوٹ گئی ہو یا کوئی شرط کہ جس پر صحت اس قول کی موقوف ہو متروک ہوئی ہو تو ان صورتوں میں عمل اس پر باطل ہوگا۔ اس واسطے انھیں چار مذہب میں تقلید منحصر ہوئی ہے۔

اور شافعی علماء نے بھی ایسے ہی کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر شافعیؒ نے فتح المبین فی شرح الاربعین کے اٹھائیسویں حدیث کی شرح میں لکھا ہے اما فی زماننا فقال ائمتنا لا تجوز تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ الشافعی ومالک وابی حنیفۃ واحمد رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ لان ھؤلاء عرفت قواعد مذاهبهم واستقرت احکامها وخدمها تابعهم وحرروها فرعًا فرعًا وحکمًا

9045272713

حکما فلا یوجد حکم الا وھو منصوص لھم اجمالا وتفصیلا بخلاف غیرھم فان مذاھبھم ان تحرروا لم تدون کذالك فلا تعرف لھا قواعد حتی تتخرج علیھا احکامھا فلم یجز تقلیدھم فی ما حفظ عنھم منھا لانہ قد یکون مشروطاً بشروط اخریٰ وکلوھا الیٰ فروعھا من قواعدھم فقلت الثقۃ بجمیع ما یحفظ عنھم من قیداً وشرط فلم یجز التقلید حینئذٍ۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ ہمارے اماموں نے یعنی شافعیوں نے کہا ہے کہ اس زمانے میں ان چار اماموں کے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ان چار اماموں کے مذہب اور ان کے قاعدے خوب معلوم ومشہور ہیں اور مسئلے ان کے خوب ثابت ہیں اور تابعیوں نے ان کے مذہب کو خوب ضبط کیا ہے اور با تفصیل ہر ایک کو لکھا ہے بخلاف اور مجتہدوں کے کہ ان کا مذہب لکھا ہوا نہیں ہے اور قاعدہ ان کا معلوم نہیں اور تفصیل ان کے مذہب کی منقول نہیں اور مسائل ان کے مذہب کے ضبط نہیں اس واسطے دوسرے مذہب پر خوب اعتماد نہیں۔ اور مالکی علماء نے بھی ایسے ہی کہا ہے علامہ ابراہیم ابن مرعی سرخسی کہ مالکی المذہب اور فاضل اور محدث اور مالکیوں میں معتمد علیہ ہیں انھوں نے فتوحات الوھبیہ فی شرح الاربعین للنووی۔ کی اٹھائیسویں حدیث کی شرح میں لکھا ہے ماعرف عن ھٰؤلاء الصحابۃ الاربعۃ او عن بعضھم اولیٰ باتباع من بقیۃ الصحابۃ اذا وقع بینھم الخلاف الیٰ قولہ وھٰذا فی المقلد الصرف فی تلك الازمنۃ القریبۃ من زمن الصحابۃ اما فیما بعد ذالك فلا یجوز تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ مالك وابی حنیفۃ والشافعی واحمد لان ھٰؤلاء عرفت قواعد مذاھبھم واستقرت احکامھا وخدمھا تابعوھم وحرروھا فرعاً وحکماً حکماً۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جو حکم شرع کا کہ ان چار خلیفوں سے یا بعض سے ان کی معلوم ہوا ہے تو وہ مقدم ہے دوسرے صحابی کے قول پر اور یہ بات اس زمانے کے مقلد کے حق میں تھی۔ لیکن اس زمانے کے بعد جائز نہیں ہے تقلید سوا ان چار اماموں کے یعنی مالک

9045272713

ابوحنیفہؒ۔ شافعیؒ۔ احمدؒ کیوں کہ ان کے مذہب کے قاعدے سب معروف ہیں اور مسائل ان کے خوب ثابت اور مشہور ہیں اور تابعوں نے ان کے خوب ضبط کیا ہے اور ہر ایک بات کو مفصلاً لکھا ہے۔ اب حاصل اس سب کا یہ ٹھہرا کہ شریعت کے علماء اور ہر مذہب کے فضلاء کا اجماع اور اتفاق اسی بات پر ہو گیا ہے کہ اس زمانے میں تقلید ایک امام کی ان چار اماموں میں سے واجب ہے اور ان کے سوا اور کسی کی تقلید درست نہیں ہے اور کسی عوام کو بلکہ اس زمانے کے خواص کو بھی اپنے سمجھ کے موافق قرآن اور حدیث پر عمل کرنا اور اپنی دریافت پر اعتماد کر کے مسئلہ نکالنا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی فاضل یا کوئی درویش اس اجماع سے نکلا ہو یا اس نے اس اتفاق کے برخلاف کیا ہو یا اس کے مخالف کہا ہو تو اس شخص کا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ اجماع کی حدیثوں کے رو سے پیروی کرنی اس کی واجب ہے اور وہ اس سے عبارت ہے کہ اکثر علماء دیندار اور فضلاء نیک کردار ایک بات پر اتفاق کریں پھر اگر کوئی شخص اگرچہ عالم بھی ہو اس اجماع میں شریک نہ ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ وہ خود برخلاف ہوا اور جماعت کا مخالف بنا جیسا کہ مشکوٰۃ کے باب الاعتصام میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار[1] یعنی پیروی کرو جماعت کی سو مقرر یوں ہے کہ جو جدا ہوا جماعت سے گر پڑا وہ جہنم میں۔

وعن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناجیۃ وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ[2]۔ یعنی بتحقیق شیطان آدمی کے حق میں جیسا کہ بھیڑیا بکری کے حق میں ہے کہ پکڑتا ہے بکری اور دور پڑے اور کنارے کرے ہوئے کو تو واجب تم پر ہے کہ جماعت اور اکثر مسلمانوں کی پیروی کو لازم کرو۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۰

[2] مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۔

9045272713

وعن ابی ذرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ۔[1]

یعنی جو کوئی جدا ہوا جماعت سے ایک بالشت کے اندازے تو بے شبہ اس نے اسلام کا ڈورا اپنی گردن سے نکالا۔ غرض ان حدیثوں سے صاف ظاہر ہوا کہ اکثر مسلمان جس بات پر اتفاق کریں وہ واجب ہوتا ہے اور بعضے کا خلاف کرنا کچھ نہیں ہے بلکہ جو اکثر کا مخالف ہوا تو اس پر خوف ضلالت کا اور ڈر جہنم کا ہے۔ نعوذ باللّٰہ منہما ومنہم اور جو کوئی جماعت کی پیروی کرے گا تو وہ ہدایت پر رہے گا اور ضلالت سے بچے گا۔[2]

اس مفصل عبارت سے بطور اختصار یہ چند باتیں ثابت ہوئیں۔

۱:- یہ اجماع ہے کہ سارے علماء و فضلاء کے نزدیک جس مجتہد کا مذہب مقبول ہو۔ جس کے اصول و قواعد مفصل ہوں اور جو تواتر سے منقول ہو۔ اسی کی تقلید جائز ہے

۲:- یہ بات صرف ائمہ اربعہ ہی کو حاصل ہے۔

۳: تمام علماء فضلاء کا اجماع ہے کہ ان چار مذہبوں میں سے کسی ایک کی پیروی کرنی واجب ہے۔

۴: صرف علماء احناف ہی نہیں بلکہ تمام مسالک کے علماء کا اس پر اجماع ہے۔

۵: اگر کوئی شخص اس اجماع میں شریک نہ ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ وہ اجماع کا مخالف قرار دیا جائے گا۔ حضرات علماء حرمین شریفین نے بھی اپنے فتویٰ میں انہیں حقائق کا اظہار کیا ہے فرماتے ہیں:[3]

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۱

[2] انتظام الاسلام ص ۱۰۹ تا ۱۱۳

[3] مذکورہ فتویٰ کی نسبت تنبیہ الضالین میں لکھا ہے کہ:
"آخر اس مذہب نو کی کیفیت علمائے حرمین شریفین کی خدمت میں ظاہر کی انہوں نے ان کے طریقے کو مردود اور جھوٹے ہونے کا فتویٰ دیا"، ص ۴۔

9045272713

" والحاصل انه لاینبغی لعاقل ان یختار فی الدین طریقة الا ما ارتضاها السلف والخلف وتواترت روایته وحصل الاجماع فی کل عصر علی حقیة ذالك فلم یوجد متصف کذالك الا ما اجمع علیه العلماء من حقیة المذاهب الاربعة عصرا بعد عصر وتلقتهم الامة بالقبول واما مالم یُنقل متواترا ولم یجمع علی حقیة ولم تلقته الامة کلها بالقبول فلا یلتفت الیه ولا یعول علیه۔[1]

حاصل یہ ہے کہ کسی عاقل کے لیے یہ مناسب نہیں کہ دین میں کوئی طریقہ اختیار کرے بجز اس طریقہ کے جس کو علماء سلف اور خلف نے پسند کیا ہو جس کی روایت تواتر سے ہو جس کی حقیت پر ہر دور میں اجماع رہا ہو۔ اور ایسا کوئی مذہب نہیں پایا گیا۔ مگر یہی چار مذہب کہ سب علماء نے ان کی حقیت پر اجماع کیا اور تمام امت نے ان کو تلقی بالقبول سے نوازا۔ اور جو مذہب کے تواتر سے منقول نہیں اور علماء نے اس کی حقیت پر اجماع نہیں کیا اور سب مسلمانوں نے اس کو قبول نہیں کیا تو اس کی طرف التفات اور اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

علماء حرمین کا یہ فتویٰ اہم ہے کیوں کہ خود علمائے حرمین کی اہمیت ہر دور میں امت کے اندر مسلم رہی ہے۔ بخاری شریف میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب قائم فرماتے ہیں۔

بَابُ ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحض علی اتفاق اهل العلم وما اجمع علیه الحرمان مکة والمدینة۔[2]

اس چیز کا باب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا اور اہل علم کے اتفاق پر تلقین فرمائی اور علمائے حرمین کے اجماع کا باب۔

امام بخاریؒ کا یہ باب قائم کرنا اجماع اہل حرمین کی عظمت اور اہمیت کی بنیاد پر ہے۔

خود امام بخاری رح اور بعض علماء کے نزدیک اجماع اہل حرمین حجت ہے۔[3]

---

[1] نظام الاسلام ص ۵۱۔۵۲ [2] بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۸۹ [3] ملاحظہ ہو نصر المقلدین ص ۱۲۱

9045272713

تقلیدِ ائمہ کے منکر حضرات بھی علامہ ابن تیمیہؒ کے پایۂ علم و تحقیق کے حد درجہ معترف ہیں۔

علامہ موصوف کا ارشاد ہے:

ولیس فی الکتاب والسنۃ فرق فی الائمۃ المجتہدین بین شخص وشخص، فمالک واللیث بن سعد والاوزاعی والثوری، ھٰؤلاء ائمۃ فی زمانھم، وتقلید کل منھم کتقلید الآخر لا یقول مسلم انہ یجوز تقلید ھٰذا دون ھٰذا، ولٰکن من منع من تقلید احد ھٰؤلاء فی زماننا فانما یمنعہ لاحد شیئین (احدھما) اعتقادہ انہ لم یبق من یعرف مذاھبھم وتقلید المیت فیہ خلاف مشھور، فمن منعہ قال ھٰؤلاء موتیٰ. ومن سوغہ قال لابد ان یکون فی الاحیاء من یعرف قول المیت (والثانی) ان یقول الاجماع الیوم قد انعقد علیٰ خلاف ھٰذا القول ..... واما اذا کان القول الذی یقول بہ ھٰؤلاء الائمۃ او غیرھم قد قال بہ بعض العلماء الباقیۃ مذاھبھم فلا ریب ان قولہٗ

کتاب و سنت کے اعتبار سے ائمہ مجتہدین کے درمیان کوئی فرق نہیں، پس امام مالک اور لیس ابن سعدؒ، امام اوزاعیؒ، اور سفیان ثوریؒ یہ سب حضرات اپنے اپنے زمانوں کے امام ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کی تقلید کا حکم وہی ہے جو دوسرے کی تقلید کا ہے، کوئی مسلمان یہ نہیں کہتا کہ اس کی تقلید تو جائز ہے اور اس کی جائز نہیں۔ لیکن جن حضرات نے ان میں سے کسی کی تقلید سے منع کیا ہے دو باتوں میں سے کسی بات کی بنا پر منع کیا ہے: ایک بات تو یہ ہے کہ ان کے خیال میں اب ایسے لوگ باقی نہیں رہے جو ان حضرات کے مذاہب سے پوری طرح واقف ہوں، اور فوت شدہ امام کی تقلید میں اختلاف مشہور ہی ہے، لہٰذا جو لوگ اسے منع کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ان حضرات کا انتقال ہو چکا اور جو حضرات فوت شدہ امام کی تقلید کو جائز مانتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ فوت شدہ امام کی تقلید اس وقت جائز ہے جبکہ زندہ علماء میں کوئی اس فوت شدہ امام کے مذہب کا علم رکھتا ہو، (اور چونکہ دوسرے ائمہ کے

9045272713

مؤيد بموافقة هؤلاء وليعتضد به۔

مذاہب کا علم رکھنے والا موجود نہیں، اس لیے ان کی تقلید بھی درست نہیں) دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ (جن حضرات کے مذاہب باقی نہیں ان کے) قول کے خلاف اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ لیکن اگر ان گزشتہ ائمہ کا کوئی قول ایسا ہو جو ان مجتہدین کے قول کے مطابق ہو جن کے مذاہب باقی ہیں تو بلاشبہ اول الذکر ائمہ کے قول کی ثانی الذکر علماء کے قول سے تائید ہو جائے گی، اور اس میں قوت آجائے گی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "عقد الجید" میں اس موضوع پر ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے۔ جس کا عنوان ہے "باب تاكيد الاخذ بهذه المذاهب الاربعة والتشديد في تركها والخروج عنها"

باب سوم: ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے کی تاکید اور ان کو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی شدید ممانعت میں۔

اس باب میں شاہ صاحبؒ نے بڑی تفصیل کے ساتھ مختلف وجوہ سے یہ مبرہن کیا ہے کہ تمام مفاسد کا سدباب اور مکمل حزم و احتیاط اسی میں ہے کہ ان ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے فرماتے ہیں:

"اعلم ان في الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذالك بوجوه، احدها ان الامة

جاننا چاہیے کہ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اور ان سب کے سب سے روگردانی میں بڑا فساد ہے اور ہم اس بات کو کئی وجوہ سے بیان کرتے ہیں، وجہ اول یہ ہے کہ امت نے

۱ الفتاوی الکبری لابن تیمیہؒ ص ۴۴۶ ج ۲

9045272713

اجمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفة الشریعة، فالتابعون اعتمدوا فی ذالك علی الصحابة وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وھٰکذا فی کل طبقة اعتمد العلماء علی من قبلھم والعقل یدل علی حسن ذٰلك لان الشریعة لایعرف الا بالنقل والاستنباط. والنقل لایستقیم الا بان یاخذ کل طبقة عمّن قبلھا بالاتصال ولابُدّ فی الاستنباط ان یعرف مذاھب المتقدمین، لئلّا یخرج من اقوالھم فیخرق الاجماع ولیبنی علیھا ولیستعین فی ذالك بمن سبقهٗ لان جمیع الصناعات کالصرف والنحو والطب والشعر، والحدادة والنجارة والصیاغة لم یتیسّر لاحد الا بملازمة اھلھا وغیر ذالك نادرٌ بعید لم یقع وان کان جائزًا فی العقل واذا تعین الاعتماد علی اقاویل

اس بات پر اجماع کیا ہے کہ شریعت کے معلوم کرنے میں سلف پر اعتماد کریں مثلاً تابعین نے اس بارے میں صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا، اور اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے پہلے علماء پر اعتماد کیا، اور اس امر کی خوبی پر عقل بھی دلالت کرتی ہے، کیونکہ شریعت دو ہی باتوں سے معلوم ہوتی ہے ایک نقل دوم استنباط۔ اور نقل اسیطرح سے ٹھیک ہوتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے پہلے طبقہ سے بیہم لیتا چلا آئے، اور استنباط میں ضروری ہے کہ مذہب پہلوں کے جانے اس وجہ سے کہ ان کے اقوال سے باہر نہ ہو جائے ورنہ اجماع کے خلاف ٹھہرے گا"، اور اس وجہ سے کہ پہلوں کے مذاہب پر اپنا قول مبنی کرے اور اس وجہ سے کہ استنباط میں اپنے گزشتوں سے اعانت لے کیوں کہ سب فنون، مثل صرف اور نحو اور طب اور شعر اور آہنگری اور بردوگری اور زرگری کے کسی کو جب ہی میسّر ہوتے ہیں کہ اس فن کے ماہر کی خدمت گزاری کرے، اور دوسری طرح آجانا کم اور بعید از قیاس ہے۔ کہ کبھی ہوا نہیں اگرچہ عقل کے نزدیک اور طرح بھی ممکن ہے اور جب اقوالِ سلف پر اعتماد کرنا

9045272713

السلف فلا بد من ان یکون
اقوالهم التی یعتمد علیها
مرویة بالاسناد الصحیح
او مدونة فی کتب مشهورة
وان یکون مخدومة بان یبین
الراجح من محتملاتها وتخصص
عمومها فی بعض المواضع ویقید
مطلقها فی بعض المواضع ویجمع
المختلف فیها ویبین علل
احکامها والا لم یصح الاعتماد
علیها ولیس مذهب فی هذه
الازمنة المتاخرة بهذه الصفة
الا هذه المذاهب الاربعة
اللّٰهُمَّ الا مذهب الامامیة
والزیدیة وهم اهل البدعة
لا یجوز الاعتماد علی اقاویلهم

* * *

وثانیا، قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه
علیه وسلم اتبعوا السواد الاعظم
ولما اندرست المذاهب الحقة
الا هذه الاربعة کان اتباعها
اتباعا للسواد الاعظم والخروج

ثابت ہوا تو اب یہ ضروری ہے کہ ان کے
وہ اقوال جن پر اعتماد کیا جائے یا سندِ صحیح
سے روایت کیے گئے ہوں یا مشہور
کتابوں میں قلم بند ہوں۔ اور یہ بھی ضروری
ہے کہ ان اقوال پر بحث ہوئی ہو۔ ان میں سے
احتمالِ راجح کا بیان کر دیا جائے، اور عام
اقوال بعض مواضع میں مخصوص کیے جائیں
اور اقوالِ مطلق کو بعض موقعوں میں مقید کیا
جائے۔ اور جن اقوال میں اختلاف ہو۔
ان میں مطابقت کی جائے اور ان کے
احکام کی علتیں بیان کی جائیں۔ اور اگر یہ
باتیں ان اقوال میں مشرح نہ ہوں گی تو ان پر
اعتماد درست نہ ہوگا، اور ان اخیر وقتوں میں
کوئی مذہب اس صفت کا سوائے ان چاروں
مذہبوں کے نہیں، مگر ہاں امامیہ اور زیدیہ
کا مذہب ہے، اور وہ فرقہ بدعت والے ہیں، ان کے
اقوال پر اعتماد کرنا درست نہیں۔

* * *

اور دوسری وجہ پابندیٔ مذہب کی یہ ہے کہ
رسولِ خدا نے فرمایا کہ پیروی کرو بڑے جتھے
کی اور چونکہ سچے مذہب سوائے ان چاروں
مذہبوں کے نیست ہوگئے، تو انکی پیروی کرنے میں
بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے

9045272713

عنها خروجًا عن السواد الاعظم
وثالثها، ان الزمان لما طال
وبعد العهد وضيعت الامانة
لم يجز ان يعتمد على اقوال علماء
السوء من القضاة الجورة
والمفتيين التابعين لاهوائهم حتى
ينسبوا ما يقولون الى بعض من
اشتهر من السلف بالصدق
والديانة والامانة اما صريحًا
او دلالة وحفظ قوله ذالك
ولا على قول من لا ندري هل
جمع شروط الاجتهاد او لا فاذا
رأينا العلماء محققين في حفظ
مذاهب السلف عسى ان يصدقوا
في تخريجاتهم على اقوالهم
واستنباطهم من الكتاب والسنة
واما اذا لم نر منهم ذالك فهيهات

باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے۔
اور تیسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے،
جب عرصہ زمانہ کو گزرے بہت دن ہوگئے اور
اور عرصہ بعید پڑ گیا اور امانتیں تلف کردی
گئیں تو اب اعتماد نہیں ہو سکتا علماء بد یعنی
ظالم قاضیوں اور ہوا پرست مفتیوں کے
اقوال پر جن کی شرارت یہاں تک ہے اپنے
قول کو سلف کے ایسے شخص کی طرف
بصراحت یا بدلالت منسوب کرتے ہیں جو صدق اور دیانت
اور امانت میں مشہور اور اس کا وہ قول زبانوں پر
مذکور ہوا اور نہ اس شخص کے قول پر اعتماد
ہو سکتا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ آیا شرطیں
اجتہاد کی رکھتا ہے یا نہیں پس جب ہم
علماء کو دیکھیں کہ سلف کے مذاہب میں ثابت
قدم ہیں تو غالب ہے کہ وہ مسائل جو یہ علماء
سلف کے اقوال کے بموجب نکالیں یا خود
کتاب و سنت سے استنباط کریں، اس میں
علماء مذکور راست جانے جائیں گے اور جب
ہم علماء میں یہ بات نہ دیکھیں تو ان کے
اقوال کو راست جاننا بعید ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ان بلند پایہ تحقیقات کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) شریعت پر چلنے کے لیے اسلاف پر اعتماد ضروری ہے کیوں کہ شریعت حقہ کا دارومدار

لہ عقد الجید ص ۳۱ - ۳۲ - ۳۳

نقل پر ہے ۔ متقدمین سے ثابت شدہ قول کے خلاف کسی رائے پر عمل کرنا خلافِ اجماع ہے اسلاف کرام پر اعتماد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے اقوال یا تو سندِ صحیح کے ساتھ مروی ہوں یا کُتبِ مشہورہ میں مدوّن ہوں ۔ نیز ان کے اقوال پر ضروری کام ہو چکا ہو ۔ یعنی ان کے اقوال میں مختلف معانی کے محتمل قول کے راجح پہلو کی وضاحت ، نیز وہ قول بظاہر عام یا مطلق ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی تخصیص یا قید ملحوظ ہو تو اس کی تحقیق ان کے متضاد اقوال کے درمیان تطبیق احکام کی علتوں کی تبیین ۔ اس طرح کی ضروری چیزوں پر اس مذہب کے مزاج شناس علماء نے اچھی طرح کام کر دیا ہو ۔ یہ تمام صفات ائمۂ اربعہ کے علاوہ کسی بھی مجتہد کے مذہب میں نہیں پائی جاتیں ۔

(۲) حضورؐ کا ارشادِ مبارک ہے "اتّبعوا السواد الاعظم" ۔ مذہبِ اربعہ کے علاوہ کوئی بھی مذہب قابلِ عمل شکل میں باقی نہیں رہ گیا تو اب سوادِ اعظم انہیں مذاہب اربعہ میں منحصر ہو گیا

(۳) خواہش کے پیرو علمائے سو اپنی خواہش کے مطابق کوئی رائے ایجاد کر کے علمائے متقدمین میں سے کسی کی طرف منسوب کر دیں گے ۔ اس فتنے کا سدِّ باب یہی ہے کہ صرف انہیں علماء کے قول پر فتویٰ کی اجازت دی جائے ، جن کے اقوال کی توضیح و تشریح کی ضروری خدمت کی جا چکی ہے تاکہ ان کی طرف کسی غلط بات کے انتساب کا خدشہ نہ رہ جائے ۔ اور یہ ضروری خدمت صرف مذاہب اربعہ کی ہو سکی ہے ۔

بے شمار علمائے کرام نے اپنی تصانیف میں اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اس موقع پر ہم مزید چند اہم اور قابلِ قدر علمائے امت کی تصریحات پیش کرتے ہیں ۔ تاکہ مسئلہ کا ہر گوشہ مختلف انداز میں نکھر کر سامنے آسکے ۔

علامہ سید السمہودی الشافعیؒ العقد الفرید میں فرماتے ہیں :

نقل امام الحرمين عن المحققين امتناع تقليد العوام للصحابة رضوان الله عليهم اجمعين وان كانوا اجل قدرا لارتفاع

ترجمہ : امام الحرمین نے محققین سے نقل کیا ہے کہ عوام کو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تقلید جائز نہیں اگرچہ ان کا رتبہ بہت بڑا ہے ۔ کیوں کہ ان کے مذاہب

9045272713

الثقة بمذاهبهم اذلم تدوّن
ولم تحرّر بخلاف مذاهب الائمّة
الذين لهم اتباعٌ وهٰذا احد قولين
حكاهما ابن السبكى فى جمع الجوامع
من غير ترجيح وبه جزم ابن
الصّلاح وزاد انّه لانه لايقلد
التابعين ايضًا ولاغيرهم ممن لم
يدون مذهبهٗ وان التقليد متعين
للائمّة الاربعة دون غيرهم
لان مذاهبهم انتشرت حتى
ظهر تقييد مطلقها وتخصيص
عامها بخلاف غيرهم ففيه
فتاوىٰ مجردة لعل لها مكملا او
مقيدا لوانبسط كلامه فيها
لظهر خلاف مايبدو ومنه فامتناع
التقليد اذًا لتعذر الوقوف
على حقيقة مذاهبهم، والثانى
جواز تقليدهم كسائر المجتهدين
قال ابن السبكى وهو الصحيح عندى
غير انّى اقول لاخلاف فى الحقيقة
بل ان تحقق مذهب لهم جاز
وفاقًا والافلا قلت وان تحقق
ذالك فالمنع يتفرّع على ايجاب

مدوّن اور مرتب نہیں ہوسکے اس لیے ان پر
اعتماد نہیں رہ گیا۔ بخلاف ائمہ اربعہ جن کے
متبعین بے شمار ہیں۔ یہ ان دو قولوں میں سے
ایک ہے جس کو علامہ ابن سبکیؒ نے جمع الجوامع
میں بلا کسی ترجیح کے نقل کیا ہے اور ابن
صلاحؒ نے اس کو قطعی قرار دیا ہے اور
یہ مزید لکھا ہے کہ تابعین وغیرہ کی بھی
تقلید جائز نہیں جن کے مذاہب مدوّن نہیں
ہوسکے اور بے شک تقلید صرف ائمۂ اربعہ
کی متعین ہے کیونکہ انہیں حضرات کے
مذاہب پھیلے اور انہیں کے مطلق کی تقیید
اور عام کی تخصیص کی گئی۔ بخلاف دوسرے
حضرات کے وہاں صرف فتاوے ہیں جنہیں
احتمال ہے کہ مکملات و مقیدات ہوں۔
اگر فتاویٰ میں ان کے کلام کی تفصیل کیجائے
تو ممکن ہے کہ ظاہر عبارت کے خلاف صورتحال
ہو تو ان کے تقلید کا ناجائز ہونا محض انکے
مذاہب کی اصل حقیقت کی واقفیت محال
ہونے کی بنا پر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ
صحابۂ کرام کی تقلید جائز ہے جیسا کہ دوسرے
مجتہدین کی تقلید جائز ہے۔ ابن سبکیؒ نے
اسی کو صحیح قرار دیا ہے مگر وہ فرماتے ہیں کہ
ان مذاہب کے حق ہونے میں کوئی اختلاف

9045272713

المتمذهب بمذهب معين في جميع المسائل ومنع الانتقال عنه اذ لا يعمّ مذهب الصحابي كل المسائل، وقال محقق الحنفية الكمال ابن الهمام رحمه الله تعالى نقل الامام اي الفخر الرازي اجماع المحققين على منع العوام من تقليد اعيان الصحابة بل يقلدون من بعدهم الذين سبروا ووضعوا ودونوا وعلى هذا ماذكر بعض المتاخرين من منع تقليد غير الاربعة لانضباط مذاهبهم. وتقييد مسائلهم وتخصيص عمومها ولم يدر مثله في غيرهم لانقراض اتباعهم وهو صحيح[1]

نہیں ہے۔ بلکہ صحابہ کرام رض میں سے کسی کے مذہب کی تحقیق ہو جائے تو اس کی تقلید بالاتفاق جائز ہے ورنہ نہیں۔ میں کہتا ہوں اگر مذہب صحابی کی تحقیق ہو جائے تو تقلید کا عدمِ جواز تمام مسائل میں مذہبِ معین کی تقلید کے ضروری ہونے اور اس سے انتقال کے ناجائز ہونے کی وجہ سے ہوگا کیوں کہ ایک صحابی کا مذہب تمام مسائل کو محیط نہیں ہو سکتا۔ احناف کے محقق الکمال ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام رازی رح نے تحریر فرمایا ہے کہ محققین کا اجماع ہے کہ عوام کے لیے صحابہ کرام رض کی تقلید جائز نہیں بلکہ بعد کے ان لوگوں کی تقلید کریں جن لوگوں نے تحقیق و تدوین کی اور مسائل کو ان کے محل میں رکھا۔ اسی بنا پر بعض متاخرین نے ائمہ اربعہ کے علاوہ کی تقلید کا عدمِ جواز نقل کیا کیونکہ ان کے مذاہب منضبط ہیں۔ ان کے مسائل کی تقیید اور عمومات کی تخصیص ہو چکی اور یہ بات دوسرے حضرات کے سلسلہ میں نہیں کیوں کہ ان کے متبعین ہی نہیں رہ گئے، یہی بات صحیح ہے۔

[1] العقد الفريد بحواله انتصار الحق ص ۹۱-۹۲۔

9045272713

اسی بات کو علامہ نوویؒ ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں:

وليس له التمذهب بمذهب احد من ائمة الصحابة رضي الله عنهم وغيرهم من الاوّلين وان كانوا اعلم واعلى درجة ممن بعدهم، لانّهم لم يتفرغوا لتدوين العلم وضبط اصوله وفروعه فليس لاحد منهم مذهب مهذب محرّر مقرّر وانما قام بذلك من جاء بعدهم من الائمة الناحلين لمذاهب الصحابة والتابعين القائمين بتمهيد احكام الوقائع قبل وقوعها الناهضين. بايضاح اصولها وفروعها كمالكؒ وابي حنيفة.

صحابۂ کرامؓ اور قرونِ اولیٰ کے اکابر اگرچہ درجہ کے اعتبار سے بعد کے فقہاء مجتہدین سے بلند و برتر ہیں، لیکن انہیں اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے علم اور اس کے اصول و فروع کو مدوّن اور منضبط کر سکتے، اس لیے کسی شخص کے لیے ان کے فقہی مذہب کی تقلید جائز نہیں، کیونکہ ان میں سے کسی کا مذہب مدوّن نہیں ہو سکا، نہ وہ لکھی ہوئی شکل میں موجود ہے اور نہ معین طور سے اس کی نشاندہی کی جا سکتی ہے، دراصل تدوینِ فقہ کا یہ کام بعد کے ائمہ نے کیا ہے، جو خود صحابہؓ و تابعین کے مذاہب کے خوشہ چیں تھے اور جنھوں نے واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی ان کے احکام مدوّن کیے اور اپنے مذاہب کے اصول و فروع کو واضح کیا مثلاً امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ۔

❊ ❊ ❊

علامہ نوویؒ اور علامہ سمہودیؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تمام تر عظمتوں اور رفعتوں کے باوجود ان کی تقلید کرنے کا راز یہ ہے کہ ان حضرات کو اپنے مذاہب کی تدوین و تہذیب کے مواقع نہ مل سکے اور نہ ان کے بعد والے ان کے سلسلہ میں یہ کام کر سکے۔ اور اگر ان حضرات کے اقوال ملتے بھی ہیں تو ان میں سے کسی ایک کے بھی اتنے اقوال نہیں ملتے جو تمام یا اکثر مسائل کو حاوی ہوں اس لیے ان میں سے کسی کی بھی مکمل تقلید ممکن نہیں لامحالہ بہت سے مسائل میں دوسروں کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اور

9045277213

یہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا ہے جو جائز نہیں رہا۔ اس کے برخلاف ائمہ اربعہ کے اصول و فروع منضبط اور محفوظ ہیں جن سے پیش آمدہ تمام مسائل میں رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور پھر ان حضرات نے صحابہ کرامؓ کے تمام اقوال کو اپنے مذاہب میں سمیٹ بھی لیا ہے۔

بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلیؒ شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

بل یجب علیھم اتباع الذین سبروا ای تعمقوا وبوبوا ای اوردوا ابوابا لکل مسئلۃ علیٰ حدۃ تہذبوا مسئلۃ کل باب ونقحوا کل مسئلۃ عن غیرھا وجمعوا بینھما بجامع وفرقوا بفارق وعللوا ای اوردوا لکل مسئلۃ علتہ وفصلوا تفصیلا وعلیہ بنا ابن الصلاح منع التقلید غیر الائمۃ الاربعۃ الامام الھمام امامنا الائمۃ امامنا الکوفیؒ والامام مالکؒ والامام الشافعیؒ والامام احمد رحمھم اللہ تعالیٰ وجزاھم عنا احسن الجزاء لان ذالک لمذکور لم یدر فی غیرھم۔[1]

ترجمہ: بلکہ ان عوام پر ان حضرات کی تقلید واجب ہے جنہوں نے نظر عمیق سے کام لیا اور ابواب قائم کرکے ہر مسئلہ کو اس کے مناسب باب میں ذکر کیا اور ہر مسئلہ کی تنقیح اور رجحان بین کی اور جمع کیا اور تفریق کی اور ہر مسئلہ کی علت بیان کی اور پوری پوری تفصیل بیان کی اسی بنا پر ابن صلاحؒ نے ائمہ اربعہؒ کے سوا دوسروں کی تقلید سے ممانعت فرمائی ہے کہ امورِ مذکورہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی اور مذہب میں موجود نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ائمہ کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزا عنایت فرمائے۔

⁂

علامہ شیخ احمد المعروف بہ مُلّا جیون صاحبؒ تفسیراتِ احمدیہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ۲۲۹۔

9045272713

قد وقع الاجماع علیٰ ان الاتباع انما یجوز للاربع وکذا لا یجوز الاتباع لمن حدث مجتہد امخالفالہم[1]

اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ اتباع صرف ائمۂ اربع ہی کی جائز ہے .... ان حضرات کے بعد میں پیدا ہونے والے ان کے مسلک کے مخالف مجتہد کی تقلید درست نہیں۔

چند سطور کے بعد مسئلۂ مذکورہ کی مزید توضیح و تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والانصاف ان انحصار المذاھب فی الاربعۃ واتباعہم فضلُ الٰہیٌ وقبولیۃ من عند اللہ لامجال فیہ للتوجیھات والادلۃ[2]

یعنی انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں منحصر ہو جانا اور ان ہی چار مذاہب کی اتباع کرنا فضلِ الٰہی اور منجانب اللہ قبولیت ہے اس میں دلائل اور توجیہات کی حاجت نہیں ہے۔

✤ ✤ ✤

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جنھیں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح "بیہقی وقت"، کے لقب سے یاد کرتے تھے اپنی مایۂ ناز تفسیر "تفسیر مظہری" کے اندر فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کی تقلید پر اہلِ سنت والجماعت کا انحصار ہو گیا ہے۔ قرنِ ثالث یا رابع کے بعد ان کی مخالفت کے بطلان پر اجماع مرکب منعقد ہو چکا ہے۔

قاضی صاحب کے الفاظ ہیں:

فان اھل السنۃ والجماعت قد افترق بعد القرن الثالثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ المذاھب ولم یبق فی فروع المسائل سوی ھٰذہ المذاھب الاربعۃ فقد انعقد الاجماع المرکب علی بطلان

تیسری یا چوتھی صدی کے بعد اہل سنت والجماعت کے چار مذاہب رہ گئے ہیں مسائلِ فرعیہ میں ان کے سوا کوئی اور مذہب باقی نہیں رہا تو اجماع مرکب منعقد ہو گیا کہ جو قول ان چاروں میں ہر ایک کے مخالف ہو وہ باطل ہے۔

---

[1] تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶ [2] ایضاً ۳۴۶ -

9045272713

قول من يخالفه كلهم وقد قال الله تعالى ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا[1]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ جو شخص مومنین کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ کو اختیار کر لے گا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شرح سفر السعادت میں تحریر فرماتے ہیں:

خانۂ دین چہار است ہر کہ راہِ ازیں راہ ہائی ودرے ازیں درہائے اختیار نمودہ براہے دیگر رفتن ودرے دیگر رفتن عبث وبیہودہ است و کارخانۂ عمل را از ضبط و ربط بیرون افگندن واز راہ مصلحت بیرون افتادن است[2]

یعنی دین کے گھر چار ہیں جس شخص نے کوئی راہ ان راہوں میں سے اور کوئی دروازہ ان دروازوں میں سے اختیار کیا۔ تو اس کا دوسری راہ اور دوسرا دروازہ اختیار کرنا بیہودہ اور عبث ہے اور کارخانۂ عمل کو مضبوطی اور استقامت سے دور کرنا ہے اور مصلحت سے باہر جانا ہے۔

سید احمد طحطاویؒ فرماتے ہیں،

فعليكم يا معشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله في موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته في مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم

یعنی اے گروہ مسلمانان! تم پر نجات پانے والے فرقہ کی جو اہلِ سنت والجماعت کے نام سے موسوم ہے پیروی کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اہلِ سنت والجماعت کے ساتھ موافقت کرنے میں ہے اور اہلِ سنت والجماعت کی مخالفت کرنے میں اپنی ذات کو خدا تعالیٰ کے غضب

۱؎ تفسیر مظہری ص۲۴

۲؎ شرح سفر السعادت ص ۲۱۔

9045272713

فی المذاھب الاربعة ھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجًا من ھٰذہ الاربعة فی ذالک الزمان فھو اھل البدعة والنار[1]

اور ناراضگی کا مورد بنانا ہے (اللہ اپنی پناہ میں رکھے) اور یہ نجات پانے والا گروہ (یعنی اہل سنت والجماعت) آج مجتمع ہوگیا ہے۔ چار مذاہب میں۔ اور وہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں اور جو شخص اس زمانہ میں چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہلِ بدعت اور اہلِ نار ہے (اہلِ سنت والجماعت میں داخل نہیں)

⁂ ⁂ ⁂

امت کے مایۂ ناز فقہاء و محدثین مثلاً (۱) علامہ نوویؒ شارح مسلم متوفی ۶۷۶ھ (۲) علامہ ابن تیمیہؒ متوفی ۷۲۸ھ (۳) امام ابراہیم سرخسی مالکیؒ (۴) علامہ سمہودی شافعیؒ (۵) محدث ابنِ حجر مکی شافعیؒ متوفی ۸۵۲ھ (۶) علامہ ابن الہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ (۷) شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۲۵ھ (۸) شیخ احمد المعروف بملاجیونؒ صاحب تفسیر احمدی متوفی ۱۱۳۰ھ (۹) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ (۱۰) علامہ بحر العلوم عبدالعلی فرنگی محلیؒ متوفی ۱۲۲۵ھ (۱۱) قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ۔ (۱۲) علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۲ھ وغیرہ کی ان تصریحات و تحقیقات سے یہ بات محقق اور مدلل ہوچکی کہ ائمہ اربعہ ہی کی تقلید پر انحصار کے سلسلہ میں پوری امت کا اجماع ہوچکا ہے لیکن بعض ذہنوں میں اس سلسلہ میں اعتراضات وشبہات ہیں۔ حق طلب حضرات کی تشفی وتسلی کے لیے آئندہ سطور میں ان اعتراضات کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔

تقلیدِ ائمہ اربعہ کی تخصیص پر پہلا شبہ | مشہور غیر عالم جناب مولانا نذیر حسین صاحب دہلویؒ نے اپنی کتاب معیار الحق میں شرح مسلم الثبوت سے علامہ قرافی مالکیؒ کا یہ قول نقل

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار۔ ص ۱۵۳ ج ۴

9045272713

کیا ہے:

قال القرافی العقد الاجماع علیٰ ان من اسلم فله ان یقلد من شاء من العلماء من غیر حجر واجمع الصحابة علی ان من استفتیٰ ابابکر و عُمر امیری المومنین فلهٗ ان یستفتیٰ اباهریرۃ ومعاذ بن جبل وغیرهما ولیعمل بقولهم من غیر نکیر فمن ادّعیٰ برفع هٰذین الاجماعین فعلیه البیان

ترجمہ: قرافیؒ نے لکھا ہے کہ اس بات پر اجماع منعقد ہوا ہے کہ جو مسلمان ہو جائے اس کے لیے جائز ہے کہ بلا کسی رکاوٹ کے جس عالم کی چاہے تقلید کرے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ جو شخص امیر المومنین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھے اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ ابو ہریرہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی مسائل دریافت کرے جو شخص ان دونوں اجماع کے خلاف دعویٰ کرے اس کے ذمے دلیل پیش کرنی ہے۔

یہ عبارت نقل کر کے صاحب معیار الحق تحریر فرماتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ منع کرنا ابن صلاح کا تقلید سے غیر ائمہ اربعہ کی اجماع مرکب پر مبنی نہیں بلکہ قول پر امام الحرمین کے اور وہ پھر بھی غلط اور مخالف اجماع صحابہؓ اور اجماع تمام مسلمین کے ہے۔"[1]

علامہ قرافی مالکیؒ نے اپنے کلام میں دو اجماع کا دعویٰ کیا ہے ایک تو یہ کہ ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ وہ جس مجتہد کی چاہے تقلید کرے دوسرا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ اجماع نقل کیا ہے ـــــــ کہ جو شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ معلوم کرتا ہو اسے یہ بھی حق ہے کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے مسئلہ معلوم کرے اور ان کے قول پر عمل کرے۔

شبۂ مذکورہ کا جواب | اس سلسلہ میں عرض ہے کہ علامہ قرافیؒ کا نقل کردہ پہلا

[1] معیار الحق ص۴۴

9045272713

اجماع. اکثر ثقات و محققین کی تصریحات کے خلاف ہے۔ یہ مسئلہ علمائے کرام کے درمیان ہمیشہ اختلافی رہا ہے کہ اگر چند اصحابِ اجتہاد موجود ہوں تو قاصدِ تقلید کو اختیار ہے کہ وہ جس کی چاہے تقلید کرے خواہ وہ مفضول ہی ہو یا ان سب میں افضل کی تقلید ضروری ہے۔ یہ دو نقطۂ نظر ہیں دونوں ہی کے قائلین میں علمائے کرام کا ایک معتد بہ گروہ شامل ہے۔

علامہ سید سمہودیؒ اس مسئلہ پر مفصّل بحث کرتے ہوئے مختلف علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں:

اذا تعدد من يصلح للتقليد فهل يلزم مريده أن يجتهد فيسأل اعلمهم وجهان قال ابن شريح نعم واختاره ابن كج والقفال لانه يسهل عليه هذا القدر من الاجتهاد واصحهما عند الجمهور انه يتخير فيسأل من شاء لان الاولين كانوا يسألون علماء الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم مع تفاوتهم فى العلم والفضل ويعملون بقول من شاؤا من غير نكير وقال الغزالى وان اعتقد احدهم اعلم لم يجز ان يقلد غيره وان كان لا يلزمه البحث عن الاعلم اذا لم يعلم اختصاص احدهم بزيادة علم قال

ترجمہ: جب صلاحیت اجتہاد رکھنے والے متعدد حضرات موجود ہوں تو کیا طالب تقلید کے لیے لازم ہے کہ معلوم کرکے سب میں اعلم کی تقلید کرے؟ اس سلسلہ میں دو نظریے ہیں۔ ابن شریح فرماتے ہیں۔ ہاں یہی لازم ہے اسی کو ابن کجؒ اور قفالؒ نے بھی اختیار کیا ہے کیوں کہ طالب تقلید کے لیے اعلم کی تحقیق چنداں دشوار نہیں ہے لیکن جمہور کے نزدیک صحیح نظریہ یہ ہے کہ طالب کو اختیار ہے کہ وہ جس کی چاہے تقلید کرے کیوں کہ پہلے حضرات علماء صحابہؓ کرامؓ سے دریافت کیا کرتے تھے اور بلا کسی نکیر کے جس کے قول پر چاہتے تھے عمل کرتے تھے۔ حالانکہ حضراتِ صحابہؓ میں باہم علم و فضل کے اعتبار سے تفاوت تھا۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے

9045272713

فی زوائد الروضة هذا الذی
قال الغزالی قد قال غیره ایضًا
وهو ان کان ظاهرًا ففیه
نظرٌ لما ذکرنا من سوال آحاد
الصحابة رضی الله تعالیٰ
عنهم مع وجود افاضلهم الذین
فضلهم متواتر وقد یمنع هذا
وعلی الجملة المختار ما ذکره
الغزالی فعلی هذا یلزمه تقلید
اورع العالمین واعلم الورعین
وان تعارضا قدّم الاعلم علی
الاصح انتهیٰ وقال العلی القاری
فی رسالة المصنفة فی بیان جواز
الاقتداء بالمخالف من اسلم
او تاب عن المعاصی والتزم احکام
الشرع فله ان یختار من المذاهب
ای مذهب شاء اذا تعدد
المجتهدون فی البلد علی قول
من جوز تقلید المفضول مع وجود
الافضل واما علی قول من عیّن
تقلید الفاضل وهو الاحوط
فعلیه ان یبحث ویتبع الفاضل [1]

اگر آدمی کسی کو اعلم سمجھتا ہے تو اس کے لیے
جائز نہیں ہے کہ اس کے غیر کی تقلید کرے
اگرچہ اس کے ذمہ اعلم ہونے کی تحقیق
ضروری نہیں ہے جب کہ وہ کسی کے زیادتی
علم سے اختصاص کی پرکھ نہ رکھتا ہو۔
زوائد الروضہ میں لکھا ہے کہ یہ جو غزالیؒ نے
کہا ہے۔ اسی کو بعض دوسرے لوگوں نے بھی
کہا ہے۔ یہ بات اگرچہ ظاہر ہے۔ لیکن
اس میں کچھ خلجان ہے۔ جیسا کہ ہم نے
ذکر کیا ہے کہ مختلف حضرات صحابہ کرامؓ
سے سوالات کیے جاتے تھے حالاں کہ
ان کے وہ افاضل بھی موجود تھے جن کا
فضل متواتر ہے۔ لیکن یہ چیز بعض دفعہ
ممنوع ہوتی ہے۔ خلاصہ کلام مختار وہی ہے
جس کو غزالیؒ نے ذکر کیا۔ تو اس صورت میں
آدمی علماء میں سب سے پرہیزگار اور متقیوں میں
سب سے اعلم کی تقلید لازم ہوگی اور اگر اورع
اور اعلم میں تعارض ہو تو اصح یہ ہے کہ اعلم
ہی قابلِ ترجیح ہوگا۔ ملّا علی قاریؒ نے
مخالف کی اقتداء کے جواز کے سلسلہ میں
اپنے رسالہ کے اندر لکھا ہے کہ جو شخص مسلمان
ہوا یا معاصی سے تائب ہو کر احکام شرع کا

[1] العقد الفرید بحوالہ انتصار الحق ص ۹۲-۹۳۔

9045272713

متبع بن گیا۔ اس کے لیے اس قول کی بنا پر کہ "افضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید درست ہے" یہ جائز ہوگا کہ شہر کے مختلف مجتہدین میں سے جس کی چاہے تقلید کرے۔ لیکن ان حضرات کے قول کے اعتبار سے جو افضل ہی کی تقلید ضروری قرار دیتے ہیں اور یہی احوط بھی ہے۔ عمل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ افضل ہی کی تحقیق و تلاش کرے۔

الحاصل اس قدر علمائے کرام کی مخالفت کے باوجود مسئلہ زیرِ بحث پر علامہ قرافی رح کے لیے "اجماع" کا دعویٰ کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

علامہ قرافی رح نے جو دوسرا دعویٰ کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں یہ اجماع ہو چکا ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فتویٰ پوچھے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے بعد حضرت ابوہریرہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے بھی مسائل پوچھ سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کا اجماع قولی تو کوئی منقول اور ثابت نہیں۔ ہاں محض سکوت اور عدمِ انکار کی بنیاد پر اجماع سکوتی کا دعویٰ کیا جائے تو یہ بھی محلِ نظر ہے کیوں کہ جب تک رضامندی اور تحسین کے قرائن نہ پائے جائیں محض سکوت سے اجماع منعقد نہیں ہوتا کیوں کہ اس بات کا مکمل امکان ہے کہ سکوت بعض دیگر مصالح کی بنیاد پر ہو جیسا کہ صاحبِ تلویح فرماتے ہیں:

وقد یکون سکوت المجتهد للتأمل وغیرہ کاعتقاد حقیة کل مجتهد او کون القائل اکبر سنًّا او اعلم

ترجمہ: کبھی مجتہد کا سکوت اختیار کرنا تأمل یا کسی اور بنا پر ہوتا ہے مثلاً ہر مجتہد کے حق ہونے کا اعتقاد یا کہنے والے کا درازِ

قدراً او وفر علماً او استقرار الخلاف حتى لو حضر مجتهد الحنفية والشافعية وتكلم احدهم بما يوافق مذهبه وسكت الآخرون لم يكن اجماعاً ولا يحمل سكوتهم على الرضاء لتقرر الخلاف[1]

یا عالی قدر یا زبردست صاحب علم ہونا یا اختلاف ثابت و مشہور ہونا۔ چنانچہ اگر احناف و شوافع کے مجتہدین موجود ہوں اور ان میں سے کوئی ایک اپنے مذہب کے مطابق گفتگو کرے اور دوسرے سکوت اختیار کریں تو اسے اجماع نہیں کہیں گے اور ان کا سکوت رضا پر محمول نہیں ہوگا کیونکہ اختلافات مشہور ہیں۔

⁂

تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عدمِ انکار کی وجہ محض یہ ہو کہ مجتہدین صحابۂ کرام رض کے مذاہب مدون اور حوادثِ واردہ کو مکمل حاوی نہ تھے۔ اس صورت میں اگر سائل کو کسی خاص صحابی رض کے فتاویٰ پر مقید کیا جاتا تو حرج عظیم واقع ہوتا اور اس کی بہت سی دینی ضروریات تشنۂ تکمیل رہ جاتیں۔ بخلاف زمانۂ ائمہ اربعہ کے کہ ان حضرات کے مذاہب پیش آمدہ تمام حوادث و مسائل کو کلیۃً یا جزئیۃً حاوی ہیں۔ الحاصل صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے محض سکوت اور عدم انکار سے "اجماع" کا انعقاد مستبعد ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ صحابۂ کرام کا مسئلہ مذکورہ میں اجماع تھا تو یہ بربنائے ضرورت تھا اور انھیں حضرات کے زمانے کے ساتھ خاص تھا۔ کیوں کہ حضرات صحابہ رض کے مذاہب غیر مدون اور ان کے اصول و ضوابط غیر منضبط تھے۔ ان کے اقوال و فتاویٰ تمام حوادث و وقائع کے احکام پر حاوی نہ تھے۔ اس لیے ضرورت متقاضی تھی کہ کسی بھی طالب کو کسی خاص مجتہد پر منحصر نہ رکھا جائے۔ بعد کے ادوار میں یہ ضرورت مرتفع ہوگئی اس لیے بربنائے ضرورت جو اجماع تھا وہ بھی باقی نہ رہا۔

---

[1] بحوالہ انتصار الحق ص ۹۳ مصنفہ مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری

9045272713

صاحب مدار الحق رح فرماتے ہیں:

ان الناس كانوا فی عهد الصحابة رض غير ملتزمين مذهب احد لا جل الضرورة المذكورة فانتهى الحكم بانتهاء العلة [1]

ترجمہ: بے شک لوگ عہد صحابہ رض میں ضرورۃ مذکورہ کی وجہ سے کسی ایک مذہب پر مجتمع نہیں تھے۔ اب اس علت کے نہ رہ جانے کی وجہ سے حکم بھی نہیں رہا۔

⁂

علامہ شیخ شرف الاسلام ابو الفتح بغدادی الشافعی رح کتاب الاصول میں تحریر فرماتے ہیں:

اما قولهم ان الصحابة رض ما كلفوا العوام تقليد واحد معين فانما جاز ذالك لانه لم يظهر لكل منهم الاصول والقواعد ما يفي باحكام الحوادث والوقائع فانهم اشتغلوا بتوسيع الخطة وخصهم الله تعالى بتلك الفضيلة واتاح ....

....

لمن جاء بعدهم بفضله تهذيب الاصول وتفريع المسائل [2]

ترجمہ: رہا لوگوں کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عوام کو واحد معین کی تقلید کا مکلف نہیں کیا تھا۔ تو یہ اس لیے جائز تھا کہ ان حضرات میں سے کسی کے بھی اصول و قواعد سامنے نہیں آئے تھے جو احکام حوادث اور وقائع کے سلسلہ میں کافی ہوتے کیوں کہ وہ فتوحات اسلامیہ میں مشغول تھے اور یہ فضیلت خدا نے انھیں کے حصہ میں رکھی تھی۔ اور ان کے بعد والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تہذیب اور تفریع مسائل کی توفیق مرحمت فرمائی۔

صاحب مدار الحق رح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فان قيل اليس فی عهد الصحابة كان الواحد من الناس مخيرا

ترجمہ: اگر یہ کہا جائے کہ کیا عہد صحابہ کرام رض میں یہ نہیں تھا کہ کسی بھی انسان کو اختیار تھا کہ وہ بعض مسائل میں

---

[1] مدار الحق ص ٣٢٠ [2] بحوالہ انتصار الحق ص ٩۴

9045272713

بين ان ياخذ في بعض الوقائع
بمذهب الصديق الاكبر رض
في بعض اٰخر بمذهب الفاروق
قلت انما كان كذالك لان
اصول الصحابة لم تكن كافية
لعامة الوقائع ولا شاملة لكافة
المسائل لانهم لم يتفرغوا
الى تفريع التفاريع وتمهيد
الاصول وتفاصيل فلاجل الضرورة
يحل للمقلد اتباع الصديق
الاكبر في بعض الوقائع واتباع
الفاروق في بعضها واما في زماننا
هذا فمذاهب الائمة كافية
بمعرفة الكل فلا ضرورة
الى اتباع الامامين۔

صدیق اکبر رض کے مسلک کو اختیار کرے اور بعض دوسرے مسائل میں فاروق اعظم رض کے مسلک پر چلے۔ تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اس بنا پر تھا کہ صحابۂ کرام رض کے اصول عام واقعات اور تمام مسائل کو حاوی نہیں تھے کیونکہ ان حضرات کو اصول و تفاصیل بیان کرنے تفریعات

متفرع کرنے کی فراغت نہیں تھی تو اس ضرورت کی بنا پر مقلد کے لیے درست تھا بعض معاملات میں کہ صدیق اکبر رض اور بعض دوسرے معاملات میں فاروق اعظم رض کی تقلید کرے اب ہمارے زمانے میں مذاہب اربعہ تمام مسائل کی معرفت کے لیے کافی ہیں اس لیے دو اماموں کی تقلید کرنے کی ضرورت نہیں رہ گئی۔

تقلید ائمۂ اربعہ پر دوسرا شبہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب ائمۂ اربعہ میں سے ہر ایک نے فرمایا ہے کہ "اذا صح الحديث فهو مذهبي"، یعنی جب ہمارے قول کے برخلاف کوئی حدیث مل جائے تو چاہیے کہ حدیث ہی پر عمل کیا جائے کہ وہی ہمارا مذہب ہے۔ اس قول میں ان حضرات نے خود اپنی تقلید کلی سے منع فرمادیا ہے۔ پھر لوگ انھیں کی تقلید پر کیوں مصر ہیں؟

شبۂ ثانیہ کا جواب اس شبہ کے جواب میں صاحب نظام الاسلام حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحقیق نقل فرماتے ہیں:

لہ حد الحق ص ۳۲۹

9045272713

" بعضے علماء نے مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کی روایت سے یوں لکھا ہے۔
چاروں مجتہدوں نے جو فرمایا ہے کہ جو کوئی ہمارے قول کو برخلاف حدیث صحیح کے
پاوے تو چاہیے کہ وہ حدیث پر عمل کرے کہ فی الحقیقت ہمارا مذہب یہی ہے تو
یہ کہنا ان کے زمانے سے علاقہ رکھتا ہے۔ کیوں کہ ان کے بعد اجتہاد جاتا رہا تقلید
لازم ہوئی اس لیے بعد ان کے جتنے علماء گزرے باوجودیکہ ان کو مسائل کے نکالنے کی
قوت اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا علم اور فقیہوں کے اختلاف کی شناسائی
تھی پھر بھی وہ اجتہاد کی راہ نہ چلے اسی واسطے کہ جیسی سمجھ کی مضبوطی اور غور کی
قوت اور دل کی ستھرائی اور قلب کی روشنی اور بے طمعی اور نیت کے درستی اور خواہش
نفسانی سے دوری اور پرہیزگاری اور سلیقہ عربی زبان کی بوجھ کا قدیم لغتوں کے
موافق ان مجتہدوں میں تھی اپنی ذات میں انھوں نے نہ پائی اور ویسی تحقیقات
اور تلاش اور قوت مسائل کے نکالنے کی انھیں حاصل نہ ہوئی۔ اور مسئلوں کے
نادرست اور درست کرنے میں کوئی دوسری راہ سوائے ان لوگوں کے مقرر
کی ہوئی میسر نہ آئی حکم کیا اجتہاد کے حرام ہونے اور چاروں اماموں کے تقلید کے
واجب ٹھہر جانے پر اور اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے کہ اچھے طریقے اور مضبوط راہ پر
چلے کہ جن میں بہت باتیں نیک پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کی
سرشت میں یہ بات ہے کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر نازاں ہوتا ہے اور دوسرے کے
کمال کو اگرچہ مجملاً اس پر اعتقاد رکھتا ہو پھر بھی بسبب اس کے دل میں ایک بات
ٹھہر رہی ہے اچھی بات کو بھی ان کی قبول نہیں کرتا پھر اپنے برابر کے لوگوں کے
قول کا کیا ٹھکانہ۔ پس اس صورت میں اگر کوئی شخص اجتہاد کی شرطیں حاصل
کر کے خلاف عقلوں کے احکام جاری کرتا تو ہر کوئی کیا ناقص اور کیا متوسط۔
اپنی استعداد کے موافق ایک نئی راہ پر چلنے لگتا۔ اس میں یہاں تک
اختلاف واقع ہوتا کہ جمعیت شریعت کے احکام کی عبادات اور معاملات
کے مقدمہ میں باقی نہ رہتی اور ٹوٹ جاتی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا

دروازہ بند ہو جاتا چنانچہ جب تک چار مذہب پر لوگ مضبوط نہیں ہوئے تھے اور ان کی پیروی اختیار نہیں کی تھی ستر اور کئی فرقے ہو گئے تھے اور ان کے تابعدار باقی رہ گئے۔ مگر بعد اس کے جب علماؤں نے ان چار مذہبوں کو خوب مضبوط کیا اور ان کے موافق احکام کو ہر طرف جاری فرمایا اور ایک نیا مذہب بنانے کو باطل اور حرام ٹھیرایا تب ان چار کے سوا دوسرا مذہب کسی نے نہ نکالا اور شاید کبھی نے نکالا ہو تو بسبب اجماعِ علمائے دین دار کے اور مدد سے بادشاہ دینِ پناہ کے جاری اور رواج نہ ہونے پایا[۱]"

اللہ کا بے پناہ شکر و احسان ہے کہ تقلید ائمہ اربعہ کے سلسلہ میں اکابرِ امت کی تحقیقات و تصریحات کا ایک ضروری حصہ پیش کر دیا گیا جو ان شاء اللہ اربابِ فہم و صلاح کے لیے حقیقتِ مسئلہ کے ادراک صحیح میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

❁ ❁ ❁

---

[۱] نظام الاسلام ص ۵ - ۱۵

9045272713